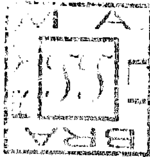


فَستذکرُونَ مَا اَقُولُ لَکُم

آئینۂ حرم

مُصنّفہ

ز - خ - ش (علی گڈھی)



دارُالاشاعت پنجاب - لاہور


فہرست



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

مدہ عنان تعلق بہ حسن ہر ذرہ
برآر دستے و بردوش آفتاب انداز

(عرفی)

یہ آنسوؤں کی لڑی - یہ درد کی تڑپ - یہ سوزش کی آہ - ہاں ایک فریادی کا استرحام - ایک ناشاد کی نوحہ گری - ایک زخمی کی چیخ - یعنی کتاب آئینۂ حرم - اسلام کے اس سچے شیدائی - تعلیم نسواں کے اس زبردست حامی کے نام نامی سے منسوب و معنون کی جاتی ہے - جس کا فیضان تربیت اس مجموعہ پریشان خیالی کی تسوید و تنشید کا معنوی سبب ہے اور جس کی قومی محبت وراثتی اثر و نسلی خصوصیت کے طور پر خاکسار مصنفہ کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے - یا

دوسرے لفظوں میں

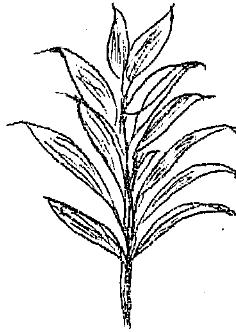
کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے تمام اصول کی متابعت میں دریا کے

سامنے قطرہ - خورشید کے حضور ذرہ - گلشن کے پاس پھول "گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ" کا فخریہ کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی سعی بے حقیقت کو ہدیتًا پیش کر رہے ہیں

امید ہے

کہ میرے جان سے زیادہ پیارے والد ماجد دام ظلہ العالی اس نذر محقر کو خوشی کے ساتھ شرف قبولیت مرحمت فرمائینگے ؎

ہمتم بدرقہ راہ کن - اے طائر قدس
کہ دراز است رہ منزل و من نو سفرم





(منظومہ ۱۹۲۰ء)

بینائی سے تھی محروم نظر - پردے میں نہیں تھا نور ترا
جب آنکھ سے نکلی گرد خودی - دل ہی نظر آیا طور ترا

کیوں شعلے پلک جھپکاتے ہیں - کیوں تارے فلک چمکاتے ہیں
ہاں حسن ہمیں دکھلاتے ہیں - انوار قریب و دور ترا

ہر سمت ہے بزم ذکر بپا - کیا فرش زمیں - کیا دوش ہوا
کرتا ہے ثنا چوپایہ تری - گاتا ہے بھجن عصفور ترا

اس کارگہ غم سازی میں - رکھتے ہیں سہارا اے مالک
کل میکش اہل سرمایہ - کل غرق عرق مزدور ترا

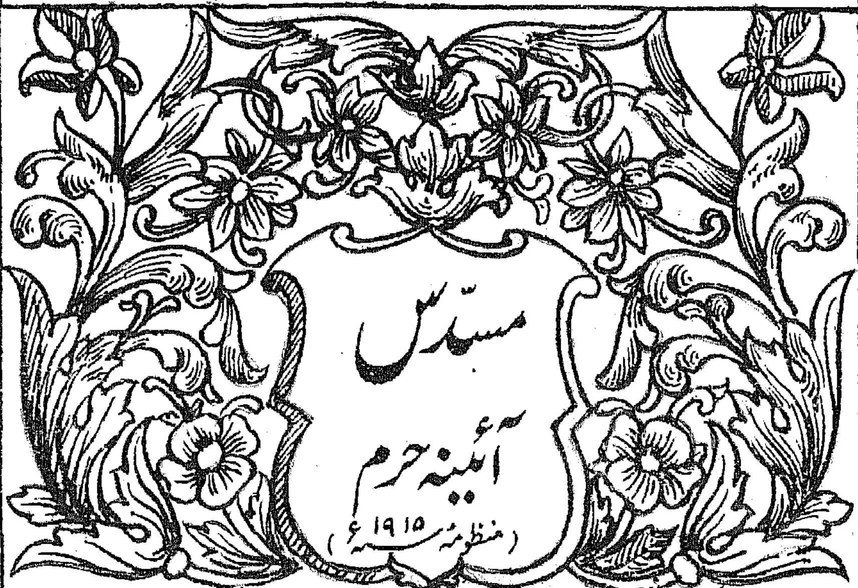
ہر کوہکنی کا تلخی چش - ہے تیری امید فضل پہ خوش
محتاج ہے کام شیریں میں - ہر خسرو ہر شاپور ترا

اے بادشہ اعلیٰ و اجل! ہے ہاتھ میں تیرے دہر کی کل
ممکن ہی نہیں نا خیر عمل کا شاکی ہو منشور ترا

یکساں نہ رہا - قائم نہ رہا - انسان کا عمل - انسان کا سخن
ٹوٹا ہی نہیں - بدلا ہی نہیں - قانون ترا - دستور ترا

حیراں ہوں مرض جانا ہے کہاں کس کنج میں غم ہوتا ہے نہاں
لیتا ہے بقصد چارۂ جاں ۔جب نام دل رنجور ترا
حاجت ہے مجھے تفہیم کی کیا۔ ہاں خود ہی سمجھ۔ ہاں خود ہی بتا
عاشق ہے شہید تیغ رضا۔ یا حسن پرست حور ترا
اے میرے خدا! اے میرے خدا! کس طرح کرے شکرانہ ادا
اک ذرہ بے مقدار ترا۔ اک مضغہ بے مقدور ترا
سُبْحَانَكَ یَا ذَا الْمَجْدْ پڑھے ۔غُفْرَانَكَ اَللّٰهُمَّ کہے
ہر ڈھب سے لب ذ۔ خ پہ رہے۔ اے بار خدا! مذکور ترا





میں نے مانا۔ کہ خموشی ہے بیاں سے بہتر   لب پیوستہ۔ لب شہد فشاں سے بہتر
صبر شیون سے۔ شکیبائی فغاں سے بہتر   دل ہے اسرار کے رہنے کو زباں سے بہتر
پر ہر اک شے کے لئے حد ہے معین لوگو
ضابط درد ہو کب تک جگر زن لوگو

عہد سے تا بلحد ظلم اُٹھائے صدیوں   تیر پر تیر دل خستہ نے کھائے صدیوں
چپکے چپکے گہر اشک لُٹائے صدیوں   قصص حسرت دل۔ دل کو سنائے صدیوں
صنف غالب میں گر اس صبر و سکون کا شمہ
سعی و تفتیش سے مل جائے تو میرا ذمہ

عجب و پندار و تکبر ہے جو واں پنبۂ گوش   مہر لب یاں بھی ہے پابندی اوضاع کا جوش
نہیں جوں مرغ سحر صبح خراش اپنا خروش   شمع ساں شب کو ہیں گریاں تو سحر کو خاموش
وہ ہیں شاداں۔ کہ ”نظم میں جو ماہر ہیں تو ہم“
ہم ہیں نازاں۔ کہ ”طبیعت پہ جو قادر ہیں تو ہم“

بھائیو! آہ رہے سینہ میں مدفوں کب تک   دل ہی دل میں گلۂ طالع واژوں کب تک

آستین سے ہونہاں دیدۂ پرخون کب تک　　غم کو پوشیدہ رکھے خاطر محزوں کب تک
حال دل کیوں نہ کہیں؟ منہ میں زباں رکھتے ہیں
ہم بھی پہلو میں دل۔ اور جسم میں جاں رکھتے ہیں

دل کو ارماں۔ کہ زن ہند کا کچھ حال لکھوں　　طبع حیراں۔ کہ ہیں الفاظ کہاں سے لاؤں
ہیں پریشان۔ کہ پشیمان نہ کرے بخت زبوں　　ہاں۔ کہی بات پرائی ہے۔ کہوں یا نہ کہوں
آگیا لب پہ مگر ذوق تکلم سے سخن
منہ پہ آئی بھی کہیں رکتی ہے؟ اے مشفق من

کیا کہوں۔ کیسے الم دیدہ و ناشاد ہیں ہم　　خستۂ جور ہیں ہم۔ کشتۂ بیداد ہیں ہم
تختۂ مشق سناں بازی صیاد ہیں ہم　　آدمی کا ہیکو ہیں۔ پیکر فولاد ہیں ہم
ہائے یہ ظلم۔ کہ بے جرم چلائیں خنجر
اس پہ یہ حکم۔ کہ فریاد نہ آئے لب پر

ہم کو کیا علم۔ کہ کیا شے ہے مزا دنیا کا　　نہ یہ معلوم۔ خوشی نام ہے کس چڑیا کا
آہ بے جرم ہمیں صنف قوی نے ناکا　　تختۂ مشق بنایا ستم بے جا کا
آج انساں کے فضائل سے ہیں دونوں محروم
ایک تفسیر جہولؔ[1]۔ ایک ہے تفسیر ظلوم

پائے بندی ہے ہر اک شخص کو سرمایۂ ننگ　　اک زن شرق ہے بیداد کش قید فرنگ
رہتے ہیں وسعت دنیا میں سدا جان سے تنگ　　ہم میں اور عیش میں ہے فاصلہ صد فرسنگ
زندگی ہے کہ مصیبت کا اک افسانہ ہے
دل محزون ہے کہ حسرت کا سیہ خانہ ہے

بار ہیں دہر پہ ناخواستہ مہماں کی طرح　　مہر گرما کی طرح۔ برف زمستاں کی طرح

---

[1] اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ درحقیقت انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی نادان ہے۔ (الآیہ)

وحشی و جاہل و بے حلم ہیں حیوان کی طرح　　دائم الحبس ہیں ہم قاتل انسان کی طرح

بے حس و بے حرکت۔ بے بس و سر افگندہ
بچہ در دست جواں۔ مردہ بدست زندہ

اس سے تشبیہ نہ دو بے بسی نسواں کو　　رخصت سیر چراگاہ ہے جب حیواں کو
ہے قفس میں بھی یہ سکھ بلبل خوش الحاں کو　　یاد کر سکتی ہے رو رو کے گل خنداں کو

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے (نظم)

آتش ظلم سے دنیا ہوئی دوزخ ہم پر　　پھونک ڈالا تپ دق بن کے غموں نے اکثر
بے اجل مرتے ہیں تہ خانہ کے اندر گھٹ کر　　ہیں جو تنگی میں مناق کی لحد سے بدتر

ڈاکٹر کہتے ہیں "در کھولو۔ ہوا آنے دو"
سنگدل کہتے ہیں "ہرگز نہیں۔ مرجانے دو"

حرف "عزت" سے نہیں کان ہمارے آگاہ　　سرنوشت رخ نسواں میں ہے ذلت کی نگاہ
کہتے ہیں اپنے تفوق کا ہے قرآن گواہ　　مصحف رب پہ یہ بہتان۔ عیاذاً باللہ

کون یہ کہ کے بنے کشتنی و قابل دار
ترجمہ کیجیے نہ قوّام[1] کا۔ آقا۔ سرکار

اور اگر چون و چرا کا کوئی کر بیٹھے گناہ　　ترشا ترشایا جواب اسکو یہ موجود ہے آہ
"فتنہ پرواز۔ ریاکار۔ فریبی۔ گمراہ　　آپ بھی طالب عزت ہوئیں۔ سبحان اللہ"

ہوگیا۔ آہ اسی بے ادبی سے رسوا
فرقہ فاطمہؓ و عائشہؓ صدیقہ

خود بھلے بنتے ہیں اوروں کو برا کہتے ہیں　　"ناقص العقل" ہمیں یہ عقلا کہتے ہیں

---

[1] اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ (الآیہ)

پُر دغا" کہتے ہیں "بے مہر و وفا" کہتے ہیں　　کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا کہتے ہیں

کوتوالوں سے لڑیں چور۔ ستم ہے کہ نہیں
یہ تماشا سببِ غصہ و غم ہے کہ نہیں

اور لو۔ کہتے ہیں "۔ ہم سے ہو سوا چین میں تم　　کہ بڑی ابنڈتی ہو پہنے حریر و قاقم
فکرِ اسبابِ معیشت میں یہاں ہوش ہیں گم　　وقفِ گردش ہیں سدا صورتِ پیمانہ و خم

زن پہ شوہر ہے شرر بار ستم۔ ہائے ستم
اس صفائی سے پھر انکار ستم۔ ہائے ستم

جسمِ اسلام کو افگار کیا۔ ظلم کیا　　نصفِ محمود کو بے کار کیا۔ ظلم کیا
بے زباں صورتِ دیوار کیا۔ ظلم کیا　　منہم پھر سرِ بازار کیا۔ ظلم کیا

کرکے بدنام بلا رنج و تاسف ہم کو
پا بزنجیر کیا صورتِ یوسفؑ ہم کو

ان کو رہ رہ کے ستاتا ہے یہ بے اصل خیال　　گھر میں پڑھ لکھ کے خواتین کا رکنا ہے محال
کہیں اُٹھے نہ مساوات کا غم خیز سوال　　کہیں ہو جائے نہ مردوں کی حکومت کا زوال

ہائے ان خود غرضوں کو نہیں اتنی بھی خبر
زوجۂ جاہلہ ہے آفتِ جانِ شوہر

آئیے جاہلہ کا آپ کو دکھلاؤں گھر　　پھر گیا بوئے غلاظت سے قدم رکھتے ہی سر
ظلمت و دود ہے قوت گسلِ چشم و نظر　　گرد جاروب سے سینہ میں نہیں دم کا گزر

کیا نہیں دشمنِ جاں نالی کا گندہ پانی
"ایں سخن را چہ جواب است؟ تو ہم میدانی"

مرغیاں جا کے منڈیروں پہ لڑیں۔ چوں چوں چوں　　آرہا جائے کا سٹ نیچے اڑا اڑا دھوں
ظرفِ ناشستہ مثالِ سرِ عاصی ہیں نگوں　　زاغ و سگ کیلئے پس خوردہ ہے طعم موزوں

مل کے دونوں نے عجب شور مچا رکھا ہے
مدح بیگم سے مکاں سر پہ اٹھا رکھا ہے

کنھے چونے سے ہے اس طرح منقش دیوار
نقش دیوار ہو گر دیکھ لے مانی اک بار
جھاڑ فانوس کی تزئین سے ہو دل میں غبار
اک نظر دیکھ لو گر مکڑی کے جالوں کی بہار

نہیں محدود بشر تک کرم شاہ نشین
بھڑ کا چھتا ہے کہیں۔ گھونسلا چڑیا کا کہیں

چار پائی پہ۔ اسی کمرہ کی دائیں جانب
پاندان کھولے ہوئے بیٹھی ہیں بیگم صاحب
پاس ہی فرش پہ ماما ہے نظر کی طالب
جس کے ملبوس کی بد بو ہے خرد کی سالب

بڑبڑاتی ہے کبھی یہ۔ کبھی وہ چیختی ہیں
دیکھنا حاکم و محکوم کی تو تو میں میں

سامنے کمرہ ہے اک مختصر و تیرہ و تار
تازہ و صاف ہوا جس میں نہیں پاتی بار
آنکھ ہو جاتی ہے جب خستۂ سعی بسیار
تب کہیں جا کے نظر آتی ہے شکل بیمار

ایک دوشیزۂ کم سن ہے مسہری پہ دراز
واہ رے حسن! مرض میں بھی ہے تو دیدہ نواز

تن پہ پوشاک نہیں میل بھری صافی[1] ہے
جس کی رنگت سے خجل عقل کی کشافی ہے
پھر غضب یہ کہ حفاظت کو بھی ناکافی ہے
کہتی ہوں اوپرے دل سے کہ "خدا شافی ہے"

حاذق الملک بہادر نو ہیں پرسان مزاج
عملاً حضرت شمس العلما کا ہے علاج

آہ اے بے خبر لذت جاں شیریں
تیری دشمن ہے تری مادر زار و غمگیں
"پائزن[2]" کہتے ہیں کس کو؟ اسے معلوم نہیں
کان کی ہے جو دوا تجھ کو پلا دے نہ کہیں

[1] دیگچی وغیرہ پونچھنے صاف کرنے کا کپڑا جسے "جھاڑن" بھی کہتے ہیں + [2] Poison زہر

اف دواؤں کی یہ آلودگی گرد و غبار
ڈر ہے کردے نہ تجھے اور زیادہ بیمار

ماں کا ہر دم سخن یاس فزا فرمانا — بیٹھے بیٹھے وہ سرا شک آنکھ میں بھر بھر لانا
شور کرتے ہوئے بچوں کا وہ گھس گھس آنا — میوۂ فصل ترے سامنے لا کر کھانا

آہ اس ظلم کے معنی ہیں بہت فاش و عیاں
جہل دیوی پہ یہاں بھینٹ چڑھیگی اک جاں

محنت شاقہ سے تھک کے میاں آیا گھر — نالۂ طفل سے پایا ہے بپا اک محشر
دھپ جماتے ہوئے ماں پوچھتی ہے چلا کر — "نامراد! اب تو نہ جائیگا کبھی کوٹھے پر

جھٹ پٹا وقت ہے ظالم اکھلے میداں میں نہ جا
ہوگیا یوں ہی تو پریوں کا بہن پہ سایا"

رو کے بولا پسر! اماں! کوئی دیوانہ ہوں — اب اگر جاؤں تو اتنا ہی بڑا مر جاؤں"
ماں کے پنجہ سے رہا ہوکے دیا کو سایوں — "بڑی آپا کی طرح تو بھی لگی تھوکنے خوں"

دیکھنا جنگ کا نظارہ۔ ادھر ہیں مادر
لخت دل سلمہ اللہ تعالے ہیں ادھر

یہ وہی راحت و آرام ہے۔ اے اہل شعور — جس کی دھن میں زن جاہل ہوئی تجھکو منظور
گھر کی بی بی کا ہو جب دیدۂ باطن بے نور — اس کو کیا علم کہ تیرے لئے راحت ہے ضرور

کیسے ممکن ہے سمجھ میں نہیں آتا واللہ
زوجہ و جاہلہ و شوہر عالم کا نباہ

ماتم ترکی و ایران سے وہاں جامہ دری — یاں چھٹے چلنیھڑے۔ اور مشغلہ بخیہ گری
شیر سے معرکہ آرا ہے وہاں مرد جری — دیکھ کر غوک کو یاں "ہائے مری۔ ہائے مری"

شوق طیارہ میں اُڑنے کا شب و روز وہاں

ریل کے نام سے اُٹھتا ہے یہاں دل میں دھواں

تیری اہلیہ جو بے علم ہے مرد معقول   پسر خادم ملت کی توقع ہے فضول
ماں کی آغوش ہے بچہ کا وہ پہلا اسکول   جس کے اسباق کی تا مرگ نہیں ممکن بھول

دور ہوتا اثر جہل گر اس مکتب سے
ہم نہ رہتے صف اقوام میں پیچھے سب سے

یاد ایام کہ تھا بخت فدائے مسلم   ڈھونڈھتے تھے فلک و ارض رضائے مسلم
دل ہرقل کو ہلاتی تھی ندائے مسلم   تاج ایران تھا زیر کف پائے مسلم

رتبۂ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن[۱] تھا اس کے لائق
قولِ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[۲] اس پر صادق

ہم تھے اس عہد ہمایوں میں نہ یوں مشق ستم   بے دل و روح اندھا دھند نہ کہلاتے تھے ہم
قفس خشت میں گھٹ گھٹ کے نکلتا تھا نہ دم   ہم نے کھائی نہ تھی یوں گھر سے نکلنے کی قسم

عضو مفلوج کی مانند نہ بیکار تھے ہم
قصر اسلام کی تعمیر میں معمار تھے ہم

ہم سے خالی نہ تھی یوں انجمن قَالَ اَقُوْل   نہ گرایا تھا ہمیں صورت حرف معلول
عائشہ کے دہن پاک سے جھڑتے تھے جو پھول   آج تک ہیں وہ بہار چمن شرع رسول

عرصۂ جنگ میں بھی ہم نے کئے کار وقیع
صنف نازک سے نہ تھی خولہ جانباز و شجیع

---

[۱] لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ سست و غمگین نہ ہو اگر تم مومن ہو تو (ضرور) علو مراتب حاصل کرو گے۔ (الآیہ) +

[۲] اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم کو اتمام نعمت سے مشرف فرمایا۔ اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ (الآیہ)

بزم میں مخفی و خنسا کی فصاحت دیکھو — رزم میں اردہ و اسما کی شجاعت دیکھو
چاند بی بی کی۔ رضیہ کی۔ حکومت دیکھو — نور ایوان جہانگیر کی سیرت دیکھو
علم کی بھوک میں لیتے تھے کنیزوں سے خوراک
ابن ہارون کبھی۔ اور کبھی ابن سماک

زندگانی ہے جن اقوام پہ سو جاں سے نثار — جن کی ہے حریت اک بندۂ فرماں بردار
مڑ گئی جن کی طرف توسن عزت کی مہار — پھر گئی جن کی طرف چشم رضائے غفار
پیچھے قابض ہوئیں زینت کدۂ دنیا پر
پہلے پہنایا خواتین کو علمی زیور

کرۂ ارض کا وہ خطہ محکوم و غلام — دونوں ہاتھوں سے ترقی نے کیا جسکو سلام
جس کو کہتے تھے کبھی "منزل وحی والہام" — گونجتا تھا کبھی توحید کا جس میں پیغام
جس پہ اب قہر خداوند ہے رحمت کی جگہ
جس کو اب لوگ کہا کرتے ہیں "عبرت کی جگہ"

صنف نازک کے ستانے سے ہوئی اسکی یہ گت — کہ نہ عزت ہے۔ نہ دولت ہے نہ علم و حکمت
عمل زشت کا گردن میں ہے طوق لعنت — پاؤں میں ہیں بستہ تار رسن عبدیت
یوں تو مشرق کی ہر اک قوم ہے ادبار میں فرد
حال مسلم ہے مگر سب سے زیادہ پر درد

کون مسلم؟ وہی فرمانبر شاہ انسان — ہاں وہی مصلح اخلاق تباہ انسان
ہاں وہی اوج دہ رایت جاہ انسان — ہاں وہی نور دہ بخت سیاہ انسان
ہاں وہی واقف عقلیت اسباب و علل
ہاں وہی واصف حریت افکار و عمل

اب وہ محکوم ہے تھا خیر امم[۵۱] جس کا لقب امر بالعرف نہ وہ نہی عن المنکر اب
مجھ سے پوچھے جو کوئی اسکی غلامی کا سبب "سلب آزادی عورات" کہونگی بہ ادب

چین تجھ کو نہ ملا۔ میرے ستانے والے
تو بھی ٹھنڈا نہ رہا۔ جی کے جلانے والے (تضمین)

اب بھی دے قدرت ایثار جو رب قدرت سے اب بھی گر شومی قسمت ہو جدا قسمت سے
یعنی ہوں مرد کنارہ کش انانیت سے یعنی عورات ہم آغوش ہوں حریت سے

قوم کی سمت رخ شاہد عزت مڑ جائے
صورت ہوش رُخ غیر سے رنگت اُڑ جائے

مرد و زن مل کے اٹھا سکتے ہیں وہ ثقل بار کانپ اٹھا جس سے دل ارض و سپہر دوّار
مرد و زن مل کے لگا سکتے ہیں وہ کشتی پار جو خلیج متلاطم میں پڑی ہے بے کار

آؤ۔ وحدت کی امانت کو اٹھالیں مل کر
آؤ۔ اسلام کی کشتی کو بچالیں مل کر

بھائیو! عرض دل زار کو منظور کرو خانۂ قوم کو تعلیم سے معمور کرو
بدگمانی کو دماغوں سے بس اب دور کرو ہاں بس اب تیرگی جہل کو کافور کرو

چھوڑ دے۔ بہر خدا چھوڑ دے انداز ستم
اَیُّهَا الْمُسْلِمُ! لَا يُرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُ[۵۲]

---

۵۱ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
تم وہ بہترین اُمت ہو جو (لوگوں کی رہنمائی) کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو (الآیہ)۔

۵۲ اے مسلم! جو شخص (کسی پر) رحم نہیں کرتا اُس پر (خدا کی طرف سے) رحم نہیں کیا جاتا۔

کچھ ضعیفوں کے ستانے میں خطر ہے کہ نہیں ظلم پر وعدہ تعذیب سقر ہے کہ نہیں
تجھ کو کچھ قہر خداوند کا ڈر ہے کہ نہیں سر پہ ہے ساعت انصاف خبر ہے کہ نہیں

بے گناہوں پہ کچھ اچھی نہیں ہوتی بیداد
حق نہ بخشیگا۔ نہ بخشیگا کبھی حق عباد

شوق نظارہ تھیٹر و بازار نہیں مقصد حریت و علم یہ زنہار نہیں
حکم برداری شوہر سے بھی انکار نہیں بخدا پردہ دری کے بھی روادار نہیں

ہے حیا بادشہ علم کے سر کا افسر
قول مشہور ہے اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرْ[1]

سد راہِ ستم فتنہ گراں ہے پردہ خازن معتمد گنج نہاں ہے پردہ
مظہر شان خداوند جہاں ہے پردہ جذبۂ غیرت مسلم کا نشاں ہے پردہ

اثر عصر سے محفوظ ہو پردے کا وجود
دور ہوں اس سے جو ناقابل برداشت قیود

آئیگا ہم کو نہ اس فرقہ سے نفرت کا خیال نور احمدؐ نے کیا جس میں نزول اجلال
بے وفائی کے تصور سے تنفر ہے کمال یہ تو با اینہمہ بیداد و تظلم ہے محال

دل پاکم بہ لب پُر گلہ۔ اے مردِ رشید
گرگ آلودہ دہانے است کہ یوسفؑ نہ درید

مرد کا رتبہ گھٹاتا نہیں ہرگز منظور زن کو بے شبہ رضا جوی شوہر ہے ضرور
لیکن اسکو تو فراموش نہ فرمائیں حضور بطن عورت سے ہوا نور محمدؐ کا ظہور

یہ تنفر۔ یہ حقارت کی نگاہیں کب تک
عرش جنباں ہوں خواتین کی آہیں کب تک

---

[1] علم بہت بڑا حجاب ہے (امام غزالی رح کا قول)

کچھ سنانے کے لئے آئی ہوں اسے دم سن لے   کوئی سنتا نہیں۔ تو ہی سخن غم سن لے
میرے آقا! مرے پیغمبر اعظم! سن لے   بابیؔ اَنْتَ وَاُمِّیْ۱؎ شہ عالم! سن لے

نکتہ چیں ہیں غم دل ان کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات۔ جہاں بات بنائے نہ بنے (تضمین)

بے خطر نیت خائن سے خزینہ تیرا   وحی و الہام کا خلوت کدہ سینہ تیرا
لطمۂ موج سے لا علم سفینہ تیرا   جزر و مد کا نگراں دیدۂ بینا تیرا

مائیہ راحت مخلوق ہے رافت تیری
باعث رحمت خلاق ہے بعثت تیری

تو جب اے آمنہؓ کے نور نظر! آیا تھا   دہر انوار سے معمور نظر آیا تھا
منظر قوت جمہور نظر آیا تھا   قیصر دل زدہ مقہور نظر آیا تھا

پہلے آموختہ کبر بھلایا تو نے
پھر سبق عزت نسواں کا پڑھایا تو نے

تیری تعلیم پہ امت نہیں کرتی ہے عمل   اے سند یافتہ مکتب استاد ازل
مژدہ زیست جو حریت عورات تھی کل   آج اللہ غنی۔ ہے وہی پیغام اجل

مرد کب حکم شریعت کو بھلا مانتے ہیں
ذکر آزادی نسواں سے برا مانتے ہیں

پردہ شرع سے در پردہ ہیں ناراض شدید   جانتے ہیں اسے قفل در نکبت کی کلید
کرتے ہیں دین میں ترمیم یہ دنیا کے مرید   تیرے قانون کو ہے شکوۂ دفعات جدید

یاد ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ۲؎ اے شاہ! کسے
عَاشِرُوْهُنَّ۳؎ کے ارشاد کی پرواہ کسے

۱؎ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ ۲؎ هن لباس لکم و انتم لباس لهن۔ تم ان کا لباس ہو اور وہ تمہارا لباس ہیں۔ (الآیہ) ۳؎ وعاشروهن بالمعروف ان کے ساتھ خیر و خوبی سے گزران کرو (الآیہ)

سنگدل بھول چکے ہیں سخن اِسْتَوْصُوْا[1] نہ قَوَارِیْر[2] سے ہیں رفق پہ مائل سرمو
اِتَّقُوا اللہ[3] سے اب ان کا نہیں خشک لبِ نہ یہ پروا۔ کہ محب زن مظلوم تھا۔ تو
آہ۔ کیا جوش کرم ہے ترے اس فرمان میں
"وہی بہتر ہیں۔ جو بہتر ہیں حق نسواں میں"[4]

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ[5] سے ہیں گرچہ آگاہ رکھتے ہیں ایسی احادیث سے دل میں اکراہ
لوٹ دیتے ہیں ورق پھیر کے جلدی سے نگاہ گر لکھا پاتے ہیں لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہ[6]
یاد ایام۔ کہ منکر ہوئے جب اس سے بلالؓ
ان سے پھر بات نہ کی باپ نے تا روز وصال

پردہ شرع پر گر غور ہو ٹھنڈے دل سے پردہ رسم کا شمہ بھی ملے مشکل سے
تھا شغف گرچہ تجھے حریت کامل سے مگر اغیار ہیں اس امر میں کچھ جاہل سے
کیا کہوں کس نے تری شرع کو بدنام کیا
ہائے افسوس تری قوم نے یہ کام کیا

لہ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا الخ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (الحدیث)

لہ رِفْقًا بِالْقَوَارِیْرِ۔ شیشوں کو ٹھیس نہ لگاؤ۔ (الحدیث)

لہ اِتَّقُوا اللہَ فِی النِّسَاءِ۔ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللہِ الخ۔ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ تم نے انہیں امان خداوندی میں لے رکھا ہے (الحدیث)

لہ خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِکُمْ (الحدیث)

لہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ۔ طلب علم ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔ (الحدیث)

لہ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہِ عَنْ مَسَاجِدِ اللہِ۔ اللہ کی کنیزوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ (الحدیث)

شمع حریت عورات کو خاموش کیا　　پھر اس اندھیر کی بتلائی شریعت پہ بنا
الغرض قوم سیہ بخت نے اے نجم ہدا　　دین انور کو کیا خود غرضی سے رسوا

فکر آسائش ذاتی میں ہے امت تیری
ہدف طعنۂ اعدا ہے شریعت تیری

کب تک آزار کش قید ہوں سکان حرم　　المدد۔ المدد۔ اے بیخ کن رسم ستم
کنج در بند میں گھٹ گھٹ کے مرے جاتے ہیں ہم　　تیری بخشی ہوئی حریت کامل کی قسم

اتنی رخصت بھی نہیں۔ دل میں ہو جب سوز و گداز
جا کے مسجد میں گھسیں ناصیۂ عجز و نیاز

جب فزوں حد سے تری قوم کی بیداد ہوئی　　یاس آ کر دل مغموم میں آباد ہوئی
دفعتہً بارگہ پاک مجھے یاد ہوئی　　واہ کیا شاد مری خاطر ناشاد ہوئی

خوبی بخت سے پہنچی در دولت پہ کنیز
یہ جبیں ورنہ کہاں۔ اور کہاں یہ دہلیز

تیری اک چشم کرم کام بنا دیگی مرا　　یا نبی! تیری رضا عین رضائے مولا
وجہ تقلیب نظام فلکی تیری دعا　　حق نے اعزاز دیا ہے تجھے سَلْ تُعْطَہٗ[1] کا

ہم ابھی فائز مقصود ہوں اے شاہ حجاز
ہوں ترے دست مبارک جو سوئے چرخ دراز

یا نبی! اپنے لب بستہ کو جنباں کردے　　قُمْ بِاِذْنِی[2] سے تن عدل کو ذیجاں کر دے
مرد کو زن کے ستانے پہ پشیمان کر دے　　یعنی پھر باغچۂ قوم کو خنداں کر دے

پھیل جائے چمن دہر میں بوے اسلام
غنچہ سان سر بگریباں ہو عدوے اسلام

---

[1] قیامت کے دن اللہ تعالے آنحضرت سے فرمائیگا "قُلْ تُسْمَعْ ۔ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ۔ وَسَلْ تُعْطَہٗ" بات کہہ کہ سُنی جائیگی۔ سفارش کر کہ قبول کی جائیگی۔ سوال کر۔ کہ پورا ہوگا۔ (الحدیث)

[2] میرے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو



کفر جب ناآشنائے خطرہ ایمان تھا
کیا کہوں تم سے۔ جو حالِ محفلِ امکان تھا

فرد تھا خونخواری و وحشت میں ہر فردِ بشر
مختصر یہ ہے کہ جو انسان تھا حیوان تھا

یوں تو ہر مغلوب تھا غالب کے ہاتھوں دردمند
سب سے بڑھ کر زخم خوردہ فرقۂ نسواں تھا

عورتوں کے حق میں ہر مذہب کا۔ ہر ملت کا مرد
جانور تھا۔ دیو تھا۔ عفریت تھا۔ شیطان تھا

باپ ہو۔ یا بھائی ہو۔ شوہر ہو۔ یا فرزند ہو
مرد کل اشکال میں فرعونِ بےسامان تھا

مرد کی ناآشنا نظروں میں عورت کا وجود
ایک مورت۔ اک کھلونا۔ اک تنِ بےجان تھا

اس کے اک اک فعل میں۔ سو سو طرح ہتک نشاں
اس کا ہر ہر حرف۔ اف اف۔ تیغ تھا۔ پیکان تھا

اپنے جان و مال پر مطلق نہ تھا عورت کا حق
مرد ہی ذی اختیار و صاحبِ فرمان تھا

مرد ہی تھا مایہ دارِ روح و احساساتِ دل
مرد ہی حق دارِ گنجِ عیش و اطمینان تھا

لیکن آخر دل ہی دل میں گھٹنے والی بددعا
کر گئی وہ کام جس سے ہر بشر حیران تھا

اک سراپا نورِ حق۔ اک پیکرِ روشن رواں
دہر کے ظلمت کدہ میں ان دنوں مہمان تھا

دیکھ کر یہ ظلم - یہ اندھیر - یہ عاجز کشی سینہ میں وہ دل کڑھا - جو خازنِ قرآن تھا
زن کو فرمایا خصوصیت سے اس نے بہرہ وَر کل جہاں پر عام جس کا سفرہ فیضان تھا
تر زباں رہتا تھا عورت کی حمایت میں سدا وہ - کہ جس کا ہر سخن شیریں ترا زرّمان تھا
عورتیں حریت کامل کی ٹھیریں مستحق بسکہ پاس اقتضائے فطرت انسان تھا
فرض ٹھیرا عورتوں پر علم مردوں کی طرح گو عرب انوارِ علمیہ کا گورستان تھا
تین چیزیں جو خصوصیت سے تھیں مرغوبِ طبع صاف ثابت ہے - اک ان میں فرقۂ نسوان تھا
اے حقیقت جو! ذرا پڑھ خطبۂ حج وداع عورتوں پر مرحمت کا اس کو کتنا دھیان تھا
اس وجودِ پاک کی مشکل کشائی سے کھلا "غیر ممکن" کہتے تھے جس امر کو "آسان" تھا

بن کے مُبت کیوں سنتے طعن مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ[1] نطق کی نعمت کا کب لازم ہمیں کفران تھا
اس بیان کو "شرع کی تحریف" کہنا ہے غلط
جیسے یہ کہنا کہ "بے جانون کا اعلان تھا"

---

[1] تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بات چیت نہیں کرتے ؟





صوبہ پنجاب میں لڑکیوں کو محروم الارث کرنے کا جو شریعت سوز رواج قائم ہے اس کو ۱۹۱۵ء میں قانونی استحکام بخشنے کی تجویز زیر بحث تھی۔ خاکسار نے بھی بذریعہ اخبار حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا

جو حق پرست تھا۔ وہ ہے دنیا پرست آج | مسلم شراب حرص و ہوا سے ہے مست آج
روز جزا کی فکر دماغوں سے دور ہے | جس طرح دل سے عظمت یوم الست آج
اے آسماں! پھٹ نہیں پڑتا تو کس لئے | دنیائے دوں۔ دین پہ ہے چیرہ دست آج
اسلام کے وجود میں ہے اختلاف رائے | ہستی میں ہے مباحثۂ نیست ہست آج
خود کام چاہتے ہیں کہ پائے رواج فتح | شرع محمدیؐ کو ہو رن میں شکست آج

رائج ہو زن کو ترکہ نہ ملنے کی رسم بد
ہو فیصلہ شریعت حقہ کا مسترد

زنہار بدگمانی بے جا روا نہیں | سرکار عالیہ کی ذرا بھی خطا نہیں
کیوں ہوا سے مسائل شرعیہ پر عبور | وہ کچھ شریک ملت خیر الورےٰ نہیں
ہو رسم آفریں بھی تم۔ شرع کش بھی تم | ہرگز سوا تمہارے کسی سے گلہ نہیں
پائیگی رسم فتح۔ اگر تم رہے خموش | بے مانگے دودھ بچہ کو ماں کا ملا نہیں
سرکار مانگے مشورہ۔ اور تم کرو گریز | انصاف سے کہو یہ ہے اندھیر یا نہیں

اے ماہران علم احادیث معتبر
اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ[1] پر بھی اک نظر

ایسا بھی کیا حیات دو روزہ پہ پھولنا
ہو دل میں کچھ تو دغدغۂ ساعتِ جزا
ہم بے زبان پردہ نشینوں کی لو نہ آہ
اے مسلمو! خدا کے غضب سے ڈرو ذرا
کہتے تھے تم تو "مرد ہیں عورات کے وکیل"
سچے ہو اگر۔ تو حق وکالت کرو ادا
اک فرقۂ ستم زدہ کے واسطے بھی آج
سرکار کے حضور میں جا کر ہو لب کشا
روکا تھا ہم کو حق طلبی سے اسی لئے
اس مبتدا کی ایسی غم آگین خبر تھی کیا

دیکھو شکست شرع پہ اچھا نہیں سکوت
نازل نہ ہو کہیں غضب حیّ لایموت

گردوں کو دیکھ کر نہ کہے لفظ "انتقام"
صیاد کا بھلا یا ہوا صید پا بہ دام
تم بھول جاؤ ہم کو۔ نہ بھولیگا پر کبھی
وہ مالک عظیم ہے "قہار" جس کا نام
وہ ذات جس نے خاک میں ان کو ملا دیا
ٹھکراتے تھے جو لاکھ دلوں کو دم خرام
جس نے کرائے کاسہ سران کے پائمال
جھک جھک کے سربلند جنہیں کرتے تھے سلام
کمزور کی مدد ہے جسے اک ذرا سی بات
شہزور کی شکست ہے ادنی سا جس کا کام

تم کل حقوق شوق سے چھینو۔ نہیں الم
کیا عدل کو ہے رب سریع العقاب کم

---

[1] جس سے مشورہ طلب کیا جاسے وہ (ایک) امانت کا حامل ہے +



بہنوں سے دو دو باتیں



یہ نظم مسلم لیڈیز کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء میں پڑھی گئی

لیا تم نے بہت شیریں کلامی کا مزا بہنوں
بس اب ہو تلخ کامی کی بھی لذت آشنا بہنوں

تمہیں جس طرح لایا کھینچکر یاں شوق نظارہ
کیا ذوق تکلم نے مجھے نغمہ سرا بہنوں

مرے مذہب میں ہے نشر صداقت شکر گویائی
نہ شوق جاہ و عظمت ہے، نہ ذوق مرحبا بہنوں

غضب ہے۔ قہر ہے۔ اندھیر ہے جہل زن مشرق
نتائج اسکے خود روشن ہیں۔ میں بتلاؤں کیا بہنوں

جمال شاہد ملت نظر افروز کیونکر ہو
کہ ہے اک آنکھ مثل قلب فاسق بے ضیا بہنوں

اگرچہ ذمہ واری جہل نسواں کی ہے مردوں پر
خطا بخشو مری۔ تم بھی نہیں ہو بے خطا بہنوں

ہمارے پاے کوشش میں نہیں جب مطلقاً جنبش
تو کیوں ہوں مرد ناحق دردسر میں مبتلا بہنوں

برنگ لف گو یہ مسئلہ ہے سخت پیچیدہ
پریشاں ہو مگر اس واسطے ان کی بلا بہنوں

ہمیں ہیں اپنے ہمجنسوں کے حال زار سے غافل
کریں پھر بھائیوں کا آہ کس منہ سے گلا بہنوں

"رکھا بہنوں کو آلودہ جہالت کی کثافت میں"
نہ لگ جائے یہ دھبا دامنوں پر۔ دیکھنا بہنوں

یہ دھبا آپ کی زرتار پوشش کو لگا دیگا
یہ دھبا آپ کو ہر بزم میں شرمائیگا بہنوں

یہ وہ دھبا ہے جسکو کوئی شے دھو ہی نہیں سکتی
نہ خجلت کا پسینہ۔ اور نہ طوفان اشک کا بہنوں

کسی کے دل میں ہو بھی گو فرضنا فرض کا کچھ حس
برا مت ماننا۔ اس حس سے کیا ہوگا بھلا بہنوں

نہ آئیگی۔ نہ آئیگی نظر صورت ترقی کی ‏ ‏ نہ ہونگے ہم جو میدان عمل میں رونما ہونگے
سمجھ کر تنگ جس دشت عمل کو تنگدل ہو تم ‏ ‏ نہاں ہے اس کے اندر وسعت لا انتہا ہونگے
پڑھاؤں حضرت لقماں کو حکمت کا سبق کب تک ‏ ‏ دکھاؤں نیر تاباں کو مشعل تا کجا ہونگے
حضور کبریا میں دستہ بستہ ہیں دعا خواں ہوں ‏ ‏ پئے "آمین" ہو آخر میں تم بھی لب کشا ہونگے

ہمیں یارب! حمیت دے۔ رگ غیرت میں حرکت دے
عمل کا شوق و رغبت دے۔ عمل میں خیر و برکت دے



مہذب بہنوں سے خطاب

لیڈیز کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۱۵ء میں پڑھی گئی

بہنوں! خدا کے واسطے اُٹھو نماز کو — رگڑو درِ خدا پہ جبینِ نیاز کو
محفوظ رکھ مثالِ خطِ قسمت اے جبیں — اس نقشِ سجدہ - اس سندِ امتیاز کو
یہ عینِ حظِ روح ہے یہ اصلِ فرحِ دل — جانو قضائے جاں نہ ادائے نماز کو
ہیہات - اپنے ہاتھ سے کرتی ہو بند تم — روزے نہ رکھ کے خلد کے درہائے باز کو
کرلو ادائے فرض عدم کے سفر سے قبل — جب دو ہزار جمع ہوں - چلدو حجاز کو
"ترکِ زکوٰۃ میں ہے نمک مرچ کی بچت" — چولھے میں ڈالو - بھاڑ میں جھونکو اس آز کو
قرآن کی تلاوت روزانہ ہے ضرور — بھولو نہ جسم و روح کے اس چارہ ساز کو
برقع پہن کے شوق سے نکلو ضرورتاً — سمجھو غنی ثبوت سے اس کے جواز کو
سرکے مگر نہ رخ سے کبھی گوشہ نقاب — بھولو نہ شوخ چشمی نظارہ باز کو
مل جائیگا خدا تمہیں شوہر کی چاہ سے — سمجھو ذرا حقیقتِ عشقِ مجاز کو
پوشیدہ اپنے عیب کی صورت رکھو اسے — شوہر کا راز سمجھو نہ شوہر کے راز کو
قصے کہو نہ طفل سے ابطالِ غرب کے — ازبر کراؤ سیرۃ شاہ حجاز کو
مطبخ میں جاکے خود بھی پکایا کرو کبھی — پیچھے ہٹو نہ سونگھ کے لہسن پیاز کو
برباد کن ہے ایسی قمیص گراں بہا — ہے اس پہ فوق پیرہن خانہ ساز کو

بگڑو نہ پندِ ناصحِ اخلاص کیش سے
سوچو شعار مالکِ نکتہ نواز کو



دام فریب

مشنو فسونِ زہد- کہ در تیرہ خاک ہند — ہر کس نیافت دولت دنیا- فقیر شد

(شیخ علی حزین)

منظومہ ۱۹۱۸ء

بہن! یاد رکھ دست حسرت ملے گی — سیانوں کے کہنے پہ گر تو چلے گی
جہنم میں جھونک اے بہن! یہ فتیلے — انہیں کی طرح ورنہ تو بھی جلے گی
یہ تعویذ کیا پار بیڑا کریں گے — بھلا ناؤ کاغذ کی کیونکر چلے گی
فقیروں[1] کی پوجا- جو کی زر کی دھن میں — فقیری ہی چھاتی پہ کودوں دلیگی
سلامت روی نقش چلتا ہوا ہے — تری ہر بلا اس عمل سے ٹلے گی
میاں پاؤں دھو دھو کے تیرے پیئے گا — جو تو پاؤں دابے گی پنکھا جھلے گی
دعائیں جو تو لے گی بوڑھے بڑوں کی — تو دودھوں نہائے گی- پوتوں پھلے گی

مرے ڈھب پہ لانے کی کیوں بحث و بزہے
نہ یاں دال اسیرِ شکم کی گلے گی

---

[1] یہاں فقیر سے مراد ارباب غرض درویش ہیں ورنہ اصلی اولیاء اللہ کی خدمت واطاعت سعادت دارین کا موجب ہے ✦

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

استصواب عام

(منظومہ ۱۹۱۹ء)

آہ۔ کز گردوں گزشت آوازہ تخفیر ما — در ملائک شد سمر محرومی تقدیر ما

چرخ را صد رخنہ در جان میکند یک تیر آہ — بسملے در خون نہ غلطانید۔ آہ از تیر ما

زور مندی میکند پروردہ آغوش زن — آنکہ قوت یافت جسم لاغرش از شیر ما

اے مسلمانان! فغان از محنت بندگران — نیست در عالم یلے۔ کو بگسلد زنجیر ما

خواہران! تا چند مہر خامشی را نشکنیم — تا کجا بازار شکر نشکند تقریر ما

بے کشود کار زیں جا بر نخیزید۔ اے زناں — تا نہ خیزد فتنہ ہا از غفلت و تاخیر ما

ہاں بفرمائید۔ اکنوں چیست تدبیر فلاح — عدل جوید یا نہ جوید۔ فرقہ دلگیر ما

ہمچنیں باشیم در قعر مذلت سرنگوں — پا کند جولاں بہ گردوں مرکب توقیر ما

تارک آئین شرع پاک شد صنف رجال — آنکہ ہست از حکم رب فرماندہ ما۔ میر ما

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما
چیست یاران طریقت! بعد ازیں تدبیر ما

(حافظ)

طبقہ انتہا پسند

باید اکنوں۔ رونق محفل شود تنویر ما
باید اکنوں۔ زینت البم شود تصویر ما

باید اکنوں۔ خواب از چشم حریف ما رود
باید اکنوں ختم گردد قصۂ تحقیر ما

ابلہش دانیم۔ اگر ناصح کند آہنگ پند
جاہلش خوانیم۔ اگر واعظ کند تکفیر ما

ہر کہ از تیغ زباں دلہاے ما پرخوں کند
زود تر خواہد شد از تیر نظر نخچیر ما

دامن مرداں۔ زخون دین حق آلودہ است
خوش نشنید۔ ایں نخواہد شد گریبان گیر ما

ہاں مگر نشنیدہ اید؟ اے خواہران حق شنو
دی۔ چہ خوش گفتند مردان نکو تقریر ما

چہرہ بنمائید۔ تا مستور ماند جہل قوم
کم کند ایں شرم۔ تا افزوں شود توقیر ما

دست نابینا بدست گمرہاں افتادہ است
معترض گر نیک بیند ننگرد تقصیر ما

تا مریدان روبسوئے کعبہ چوں آریم۔ چوں
رو بہ سوے خانہ خمار دارد پیر ما (تضمین)

طبقہ اعتدال پسند

کام غمخواران برآرد آہ پر تاثیر ما
کشتہ گردد دیو حرماں عاقبت از تیر ما

حاجب باب اجابت بالیقین خیزد ز خواب
از دعائے صبح گاہ و نالہ شبگیر ما

کرد باید۔ بہر حریت جہاد بے قتال
کر کند گوش حریفاں نعرہ تکبیر ما

ور۔ درین سود از حصن دین حق بیروں جہیم
حق نہ بخشد ایں گناہ واجب التعزیر ما

ایں چہ ژرف است۔ الا۔ تا کام نفہیم اندرو
بلے ما گردد مبادا خستہ شمشیر ما

مایۂ ناز زنانست۔ امتثال امر رب
کردا احمدؐ مدح دین خواہران پیر ما[1]

---

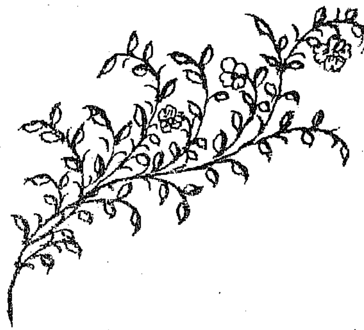
[1] آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا اَلْاِبِدِیْنِ الْعَجَائِزْ بڑھیوں سے دین حاصل کرو۔

حکمران ما - ہلا - شاہ رسولاں است و بس　　آرے آرے - غیر او ہرگز نباشد میر ما

آنکہ بُد پنہاں بہ قلبش الفت جنس لطیف　　آنکہ بُد پیدا از قولش عزت و توقیر ما

طاعتش اسلام ما - عشق رُخش ایمان ما　　روئے نقش فردوس ما - خاک رہش اکسیر ما

ما و دست و دامن پیر خمستان حجاز
نیست یاراں طریقت! غیر ازیں تدبیر ما





قدوم میمنت لزوم

یہ نظم سلطانیہ بورڈنگ ہاؤس (علی گڑھ) کی رسم افتتاح میں بتاریخ یکم مارچ سنہ ۱۹۱۴ء خاکسار کا نام و نشان ظاہر کئے بغیر پڑھی گئی تھی اور بعد میں ترمیم و تصرف کے ذریعہ کسی قدر درست کی گئی ۔

اس مجموعہ میں اِن اشعار کی شمولیت کا مقصد اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ میری عزیز قومی بہنیں اپنے فرقہ کے ایک الماس بے بہا کے زریں کارناموں پر غور کر کے کمر ہمت باندھیں اور اس کے شاندار تعلیمی جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر حسب مقدور قومی خدمات انجام دیں۔ اور جذبات فخر و مسرت کے ہیجان میں زبیدہ خاتون۔ رضیہ سلطانہ اور نورجہاں بیگم کی روشن دماغی کے اس جیتے جاگتے ثبوت کے حق میں ترقی عمر و اقبال کی دعا کریں

خندہ زن ہیں اہل دل مثل گل گلزار آج — نغمہ زن جوں عندلیب شکریں منقار آج
عجب قرب شاہ سے بے شادی کئے نوشاہ ہیں — کیف جام فرح سے لے ہے پئے سرشار آج
دولتِ فخر و مسرت سے ہیں مالامال سب — مٹ گیا فرقِ قبیح مفلس و زردار آج
کشت جان کی قطرہ جوئی نے کیا طوفان بپا — جوش میں آیا ہے بحر رحمت غفار آج
ہو گیا سرسبز یکسر لالہ زار آرزو — واہ وا۔ کیا رنگ لایا دیدۂ خونبار آج
کام نکلا تم سے اپنا۔ نالہائے نیم شب — قسمت خوابیدہ آخر ہو گئی بیدار آج
حضرت عیسیٰ کو لایا چرخ چارم سے یہی — دل سے دیتا ہے دعائیں درد کو بیمار آج

جلوہ اقبال رو در رو نظر آنے لگا | ہو گئی رو در قفا تاریکی ادبار آج
جہل کے لشکر پہ غالب آگیا سلطان علم | جس طرح اٹلی پہ ہے سنوسی جرار آج

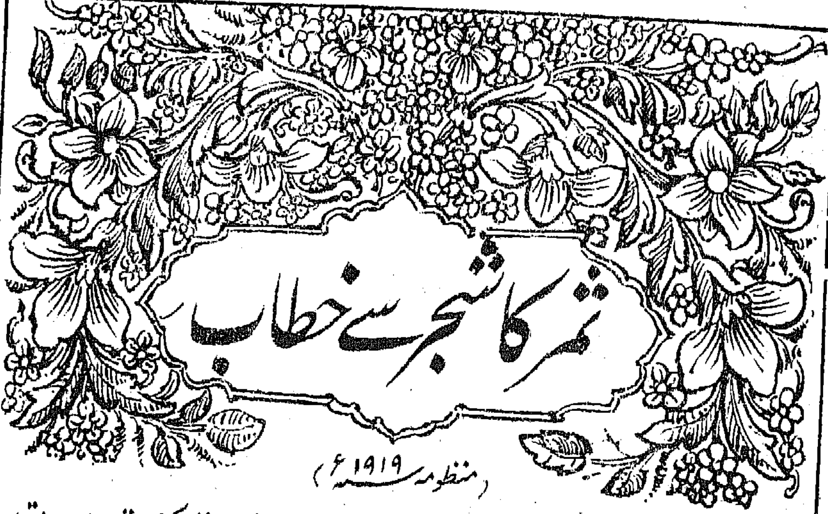
ہے زنانہ مدرسہ کی آج رسم افتتاح | کیوں ہر اک رخ پر مسرت کے نہوں آثار آج
یہ زنانہ مدرسہ بنیاد قصر علم ہے | ہاں یہی ہے تکیہ گاہ قوم بے تکرار آج
میہمان مدرسہ ہے ملکہ گردوں حشم | سر بہ گردوں کیوں نہوں اسکے در و دیوار آج
یعنی سلطان جہان بیگم مہ اوج کمال | مطلع ملت ہے جس سے مطلع الانوار آج
مرحبا ۔ صد مرحبا ۔ اے ناخدائے باخدا | تو نے ڈوبی قوم کا بیڑا کیا ہے پار آج
تیری دولت خواہ ملت ۔ تیرا مدحت سنج ملک | تیری عظمت آشنا برطانوی سرکار آج
سیّد[1] ملت بھی تو ہے ۔ خادم ملت بھی تو | صادق آیا تجھ پہ قول سید الابرار آج
تیرا دست فیض ہے مانند نیّر زر فشاں | تیری چشم لطف مثل ابر ہے دربار آج
یوں ترا لطف و کرم ناقابل انکار ہے | جیسے اپنا جوش دل مستغنی اقرار آج
اے زہے قسمت ۔ کہ تجھ سی ملکۂ زرّیں وثاق | آکے یاں خود ہمکو بخشے دولت دیدار آج

نذر کو لائی ہوں میں اے بلبل باغ کمال
خدمت والا میں اک گلدستۂ اشعار آج

---

[1] سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُم ۔ سردار قوم کا خادم ہوتا ہے (الحدیث)





ثمر کا شجر سے خطاب

(منظومہ سنہ ۱۹۱۹ء)

کسی اکتائے ہوئے غلط کار نے حضرت ناصح سے کہا تھا کہ "قبلہ! سو باتوں کی جگہ سو کی ایک بات کہہ دیجئے" فی الحقیقت مختلف مباحث پر گھنٹوں مغز مارنے سے صرف ایک خاص بنیادی امر پر زور دینا زیادہ مفید ہے۔ چنانچہ ازالہ مرض کے لئے مرکب ادویہ کی نسبت مفرد دوا اور بھی تیر بہدف ثابت ہوتی ہے +

اور اگر وجدانیات کا سحر خطابیات کے اثر پر فائق سمجھا جائے۔ تو اس بنیادی امر میں ناصحانہ انداز استعمال کرنے کے بجائے جگ بیتی کو آپ بیتی کے پیرایہ میں کہہ سنانا چاہئے +

مَیں ان اوراق میں بہنوں کی درستی اخلاق کے متعلق سو باتیں کہہ چکی ہوں اور خدا پرستی۔ اطاعت شوہر۔ تربیت اولاد۔ خانہ داری وغیرہ تمام نسوانی فرائض پر اظہار خیال ہو چکا ہے۔ اب خاموش ہونے سے پہلے سو کی ایک بات بھی گوش گزار کئے دیتی ہوں +

ہمارے اجتماعی ادبار کا بڑا سبب انفرادی تباہی اخلاق ہے۔ اس ملت کش مرض کی حکمی دوا یہی ہے کہ ؎

آنکہ تنت پارہ از جان اوست
قطرۂ از چشمہ حیوان اوست

خدمت اوکن کہ بجائے رسی   برگ دہش "تانبوائے رسی

دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے ایک رہنما کی بیحد ضرورت ہے کہ حوادث گوناگوں کے چکر میں پھنس کر بعض اوقات ہوشیار سے ہوشیار آدمی کی سٹی گم ہوجاتی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ماں باپ سے زیادہ بے غرض۔ جاں نثار اور واقف حال رہنما پردہ دنیا پر دستیاب ہو سکتا ہے +

نئی روشنی کی سب سے نمایاں مضرت یہی ہے کہ ناقص طریق تعلیم کے سبب والدین اور ان کی نصائح کو چشم استحقار سے دیکھا جانے لگا +

نظم ذیل میں محبت کے اس پاک و مقدس جذبہ کا نہایت ہلکا سا اظہار ہے جو اولاد کو والدین سے قدرتاً ہوتی ہے۔ بلاشبہ یہ اشعار اس ذات خاص سے متعلق ہیں جس کے نام یہ مجموعہ منسوب ہے۔ تاہم ہر لڑکی ان پر غور کرنے سے اپنے فرزندانہ جذباتِ محبت میں تلاطم و ہیجان پیدا کر سکتی ہے +

شب کو جب ہوتا ہے حاصل فکر دنیا سے فراغ   یادِ عہدِ رفتہ سے معمور ہوتا ہے دماغ
اس تماشاگاہ میں کل واقعات رنج و فرح   گھومنے لگتے ہیں چلتی پھرتی تصویروں کی طرح
دیکھ کر چھن جانے والے گوہر نایاب کو   دیکھ کر چھپ جانے والے روئے عالمتاب کو
مشتعل ہوتا ہے دل پہلو میں انگارے کی طرح   مرتعش ہوتا ہے رُخ پر اشک سیارے کی طرح
کھینچتی ہوں سینہ سوزاں سے آہ پر شرر   پوچھتی ہوں جانبِ گردوں اُٹھا کر چشم تر
"سچ بتا اے ماہتاب! اے عابدِ شب زندہ دار   تو نے دیکھا ہے کبھی مجھ سا حزیں مجھ سا فگار"
جیسے بادِ شرطہ سے ہو کج روی کشتی کی دور   انتقال ذہن سے لیتا ہے جائے غم سرور
"اے دل ناداں! نہیں بے وجہ تاروں کی چمک   تیرے اوپر خندۂ دنداں نما ہے۔ اور فلک"
لیلیٰ شب کھا کے آنکھوں کی سیاہی کی قسم   کہہ رہی ہے "تجھ سے روشن بخت ہیں دنیا میں کم"
ہاں مری مونس ہے وہ جان گراں قدر و عزیز   گنج ہفت اقلیم جس کے آگے ناچیز و پشیز

جس کا رخ مرہم ہے زخم فرقت احباب کا
بوسۂ شیریں ہے جس کا تلخی غم کی دوا

جس کی جاں ہے میری فکر منفعت کی منتظر
جس کا دل ہے میرے غم کے سامنے سینہ سپر

میرے اوپر ہے شرف حاصل اسے ہر بات میں
تجربے میں علم میں حکمت میں ۔ ذہنیات میں

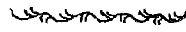
ہے اسے ہر وقت میرے رنج و راحت کا خیال
کیوں مجھے غمگین کرے پھر اپنی حالت کا خیال

مجھ کو ہے اسکے سبب حاصل بدیں حال زبوں
ایک وجدانی مسرت ۔ ایک روحانی سکون

طفل شیریں خندہ و شیریں لب شیریں ادا
خوش نوا ۔ خوش باش ۔ خوش پرواز ۔ خوش پیکر نوا

شاد ہیں میری طرح ۔ لیکن نہیں ۔ اتنے کہاں
میں ہوں جتنی تیری آغوش کرم میں شادماں

اس قدر خنداں نہ ہوگا خسرو گلشن کا گلاب
اس قدر نازاں نہ ہوگا قیصر گردوں کا باب



اے مرے پیارے ! مرے بے انتہا پیارے پدر
کیا نہیں تجھ کو مرے جوش محبت کی خبر

تو نظر آتا ہے پاک و برتر و دلکش مجھے
ساری دنیا ۔ سارے عالم ۔ ساری مخلوقات سے

تیری الفت ۔ تیری طاعت ۔ تیری تقلید صفات
میری راحت ۔ میری جنت ۔ میری تدبیر نجات

حق رسی کی کعبۂ مقصود تیرا دل ہے راہ[1]
تیرے طوف رخ سے پاتی ہے ثواب حج نگاہ[2]

باپ گر ہو وجہ حیرت خو میں شیطاں کے لئے
حاملان عرش سے افضل ہے انساں کے لئے

پھر مری نظروں میں ہو گی تیری وقعت کس قدر
اے صفا کیش ! اے ملک خو غور کر اندازہ کر

حشر سے پہلے جہاں میں شور "نفسی" ہے بپا
ہے نہاں ہر شخص کی الفت کی تہ میں مدعا

دوست حسن خلق کے ۔ محکوم دولت کیلئے
خویش لطف و مہر کے ۔ پبلک لیاقت کیلئے

پر غرض سے بے غرض ہے تیری شفقت اے پدر
مجھ سے تو میرے لئے رکھتا ہے الفت اے پدر

گر مری تغئیر خو پھیلائے ہر سو برہمی
تیری الفت میں نہ آئے گی نہ آئیگی کمی

---

[1] رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ (الحدیث)، [2] مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِکُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً ۔ (الحدیث)

ڈر نہیں میری روش سے نفس کو آفات کا
رشتۂ پا ڈر ہے تیرا اور خدا کی ذات کا

تیرے ڈر سے وقفِ حفظِ جسم و جاں رہتی ہوں میں
تیرے خوش رہنے کی خاطر شادماں رہتی ہوں میں

کاش میں یونہی رہوں خوش۔ تو یونہی راضی رہے
کاش مستقبل سدا آئینہ ماضی رہے

تیرے ان لبہائے خنداں سے نہ نکلیں جھڑکیاں
شعلہ افشاں ہوں نہ یہ قصرِ ارم کی کھڑکیاں

آہ۔ میں ہرگز نہ بھولوں گی وہ ایامِ طرب
جب مجھے حاصل تھا "بچہ" کا محبت زا لقب

جب مجھے آتے تھے دنیا کے یہی دو چار کام
کھیلنا۔ کھانا۔ پہننا۔ شادماں رہنا مدام

جب نشاط و عیش افزوں تھا۔ خرد کم، عقل کم
جب پہیلی تھیں۔ معما تھیں۔ لغاتِ فکر و غم

لب تک آیا تھا نہ جامِ تشنگی افزائے علم
طبع تھی ناواقف آزارِ استسقائے علم

تھا یہ حالِ علم گر سیدھی لکیر اک دیکھ لی
ہو گئے خوش "آہا الف"۔ آہا الف" چلا اٹھی

آہ۔ میرا عہدِ طفلی۔ توبہ۔ عہدِ سلطنت
کس قدر رشک آفریں تھا۔ کس قدر تھی مکنت

تیرا گھر وہ سرزمیں تھی۔ جس میں میرا راج تھا
تیرا زانو تخت گہ تھا دستِ شفقت تاج تھا

تھی نظر سے دور اک معصومہ۔ اک حورِ جناں
میں سمجھتی تھی کہ میرا باپ ہی ہے میری ماں

شب کو اکثر تجھ کو سرہانے کھڑا پاتی تھی میں
پیار کی نظروں سے جھک کر دیکھتا پاتی تھی میں

ہے مرے نزدیک سارا واقعہ کل کی سی بات
کیا تجھے بھی یاد ہے؟ اے والدِ عالی صفات

تو نے جب بازیچہ اطفال میں رکھا قدم
لڑنے والوں نے بنایا کس طرح تجھ کو حکم

اف۔ وہ ننھے شاکیوں کے منہ بنانے کی ادا
اور وہ جج کے مسکرانے سر ہلانے کی ادا

اپنی لغزش یاد ہے۔ تیری نصیحت یاد ہے
یاد ہے مجھ کو وہ اندازِ ملامت یاد ہے

"میری بیٹی! میری بیٹی ہو۔ تو بچنا جھوٹ سے
عیب جو بدتر سے بدتر ہے۔ وہ اچھا جھوٹ سے"

یوں مرے پیشِ نظر ہے ابتدائی زندگی
یاد تھی جس طرح آدم کو بہشتی زندگی

وا دریغا۔ دن دہاڑے۔ کل جہاں کے سامنے
میرا گنجِ عیش لوٹا رہزنِ ایام نے

لوٹ آ۔ اے عشرتِ ایامِ طفلی! لوٹ آ
پھر مجھے اکبار۔ بس اکبار۔ اپنا منہ دکھا

اے پدر! آغوش تیری ہے وہ دارالانقلاب — جس میں ہوتا ہے متبدل عہد طفلی سے شباب
تو وہی رہبر۔ وہی استاد ہے میرے لئے — میں وہی بچی۔ وہی نا فہم ہوں تیرے لئے
مہر لب ہے، گرچہ تیرا پاسِ جذبات اے پدر — کہہ رہا ہے دل زبان بے زبانی سے مگر
نہ ہو جدا یعقوب سے یوسف نہ زنداں کیلئے — پھل نہ مہجور شجر ہو حلق انساں کیلئے

جب کہوں میں خیرباد اس عالم حق پوش کو
روح چلدے سونپ کر قالب تری آغوش کو

الفقیرۃ الفانیہ
ز۔ خ بخش (علی گڈھ)



ادبی کتابیں

چترا۔ ملک الشعراء ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور جن کی شاعری کی قیمت یورپ نے ایک لاکھ روپیہ کا نوبل پرائز ان کو دے کر اپنی قدردانی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے مشہور ناٹک چترا کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ قدیم زمانے کے زمانے کا ایک مختصر و لطیف واقعہ ہے۔ اور اس میں بطور تمثیل کے محبت کے حقیقی معنوں کو نہایت وضاحت اور خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ان چند اوراق میں مشرق کی حقیقی روح مضمر ہے۔ کتاب کا ایک ایک لفظ موسیقی سے معمور ہے۔ اور نہایت حسن و خوبی سے اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے ۱۲/

شیخ حسن۔ روحانیات کے متعلق یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ اور چشم دید واقعات پر مبنی ہے دنیا میں جنوں کا وجود ہے یا نہیں؟ روحیں دنیا میں دوبارہ آ سکتی ہیں یا نہیں؟ انہیں عامل کس طرح بلاتے ہیں؟ مردوں کے اقتدار میں کیا کیا ہے؟ ان سب باتوں کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ شیخ حسن کی دردناک داستان اور رشیدہ کا ماتم ناک انجام آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے۔ عالم ارواح کا بیان پڑھ کے رونگٹے کھڑے کرتا ہے۔ اور مصطفیٰ اور علی دونوں بھائیوں کے کیرکٹر اس قدر عمیق، مکمل اور دلچسپ ہیں۔ کہ بہت کم اردو ناولوں میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ از مولوی ممتاز علی صاحب۔ قیمت ۱۲/

ماہ مجسم۔ از مصنف فہیم مولوی راشد الخیری دہلوی۔ فاروق اعظم کے عہد مبارک میں سلطنت ایران پر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے نظیر جنگی کارنامے۔ فرزندان ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش ایمانیوں کا پروانہ وار شمع وطن پر قربان ہونا۔ حسن و عشق کے جذبات لطیفہ کی حقیقت طرازیاں دیکھنی ہوں۔ تو ماہ مجسم پڑھئے۔ قیمت قسم اول ۱۲/ قسم دوم ۱۰/

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور باہتمام میاں ...